اکائی ۲۱ : تلخیص

ترتیب

۲۱ ۔ ۰ مقاصد

۲۱ ۔ ۱ دیباچہ

۲۱ ۔ ۲ تلخیص کسے کہتے ہیں

۲۱ ۔ ۳ تلخیص کے عام اصول

۲۱ ۔ ۴ تلخیص کیسے کریں

۲۱ ۔ ۵ تلخیص کی پہلی مثال

۲۱ ۔ ۶ پہلی مثال کی تلخیص اور تبصرہ

مشق I

اپنا امتحان خود لیجئے I

۲۱ ۔ ۷ تلخیص کی دوسری مثال

۲۱ ۔ ۸ دوسری مثال کی تلخیص اور تبصرہ

۲۱ ۔ ۹ تلخیص کی تیسری مثال

۲۱ ۔ ۱۰ تیسری مثال کی تلخیص اور تبصرہ

۲۱ ۔ ۱۱ تلخیص کی مثالوں پر گفتگو

مشق II

اپنا امتحان خود لیجئے II

۲۱ ۔ ۱۲ خلاصۂ بحث

جوابات

۲۱-۰ مقاصد

اس اکائی کا مقصد ہے :

(i) تلخیص کی تعریف اور مقصد ذہن نشین کرانا

(ii) تلخیص کے عام قاعدے بتانا اور ان کی مشق کرانا

(iii) تلخیص میں زبان وبیان کے نکات کی طرف توجہ دلانا

اس اکائی کا مقصد یہ بھی ہے کہ آپ بہتر تلخیص تیار کر سکیں۔

۲۱-۱ دیباچہ

آپ کو اندازہ ہوگا کہ بات کہنے کے مختلف ڈھنگ ہوتے ہیں آپ بھی ایسے لوگوں کو جانتے ہونگے جو ایک چھوٹی سی بات کو نمک مرچ لگا کر بڑھا چڑھا کر منٹوں کے بجائے گھنٹوں میں بیان کرتے ہیں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو طول طویل باتیں نہیں کر سکتے بلکہ لمبی چوڑی تقریر یا تحریر کے بنیادی نکتے یا ان کا خلاصہ اس قابلیت سے بیان کر دیتے ہیں کہ کوئی اہم بات چھوٹنے نہیں پاتی۔

آپ نے کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی کو تار ضرور دیا ہوگا آپ ضرور جانتے ہونگے کہ تار کا ہر لفظ قیمتی ہوتا ہے جتنا لمبا تار ہوگا اور اس میں جتنے زیادہ لفظ ہونگے اتنے ہی زیادہ پیسے ادا کرنے پڑیں گے اسی لئے ہر شخص چاہتا ہے کہ کم سے کم لفظوں سے کام چلا لے۔ حد تو یہ ہے کہ غیر ضروری فعل بھی تار میں استعمال

نہیں کئے جاتے یا ادھورے ہی لکھ دیئے جاتے ہیں کہ اشاروں ہی سے پڑھنے والا پوری بات سمجھ جائے۔

یہ تو خیر انتہائی درجے کی تلخیص ہے لیکن یہ تو ہم سب کو کرنا ہوتا ہے کہ طول طویل تقریر اور تحریر کا خلاصہ تیار کریں اگر ایسا نہ ہوتا تو اخبارات غیر ضروری تقریروں سے بھرے ہوتے۔

آپ نے دیکھا کسی لمبی چوڑی تقریر یا تحریر کا خلاصہ کرنا کس قدر ضروری ہے۔ آیئے اس تلخیص پر غور کریں۔

۲-۱ تلخیص کسے کہتے ہیں؟

خلاصہ کرنے کو تلخیص کہتے ہیں یعنی جب کبھی آپ کسی تفصیلی بیان یا تحریر کی بنیادی باتیں اپنے طور پر اس طرح بیان کریں یا لکھیں کہ اس کی ساری ضروری باتیں بیان ہو جائیں تو اسے تلخیص یا خلاصہ کہا جائے گا۔

آپ کی زندگی میں روز اس قسم کے واقعات پیش آتے ہیں آپ نے کسی شخص سے آدھ گھنٹہ گفتگو کی اس کے بعد کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ فلاں صاحب سے آپ کی کیا گفتگو ہوئی ظاہر ہے کہ آپ پوری گفتگو نقل نہیں کریں گے بلکہ اس بات چیت کا خلاصہ یا اس کے اہم نکات ہی کا ذکر کریں گے یہی صورت ان طویل تقریروں یا تحریروں کی ہوتی ہے جو آپ سنتے یا پڑھتے ہیں۔ ملک کے وزیر اعظم کی تقریر آپ نے کسی عظیم الشان جلسے ہی سنی اگر آپ اخبار نویس ہیں تو آپ کا فرض ہوگا کہ اس تقریر کا خلاصہ پوری ذمے داری سے اپنے اخبار کے لئے تیار کریں۔

اس طرح عملی زندگی میں تلخیص کی ضرورت آپ کو قدم قدم پر پیش آتی ہے۔

۲۱۔۳ تلخیص کے عام اصول

(i) تلخیص عام طور پر اصل کے ایک تہائی الفاظ میں کی جاتی ہے یعنی اگر اصل عبارت میں ۱۰۰ لفظ آتے ہیں تو خلاصہ ۳۳ لفظوں کے لگ بھگ ہوگا ظاہر ہے کہ یہ اصول ہمیشہ اسی طرح برتا نہیں جاتا اور اس کے برتنے کا دار و مدار کسی تقریر یا تحریر کی نوعیت اور اہمیت پر ہے۔

(ii) تلخیص کے لئے لازم ہے کہ اصل تقریر یا تحریر کا کوئی اہم نکتہ چھوٹنے نہ پائے کوئی ایسی ضروری بات جو اصل میں آئی ہو خلاصے میں رہ نہ جائے۔

(iii) تلخیص کرتے والا خلاصہ کرتے وقت اپنے لفظ کم سے کم استعمال کرے اور جہاں تک ممکن ہو اصل عبارت ہی کے لفظوں میں مناسب ردوبدل کر کے یا ان کو تھوڑا سا گھٹا بڑھا کر ان کا خلاصہ تیار کرے

یہ عام اصول پیش نظر رہیں تو تلخیص میں آسانی ہوگی

۲۱۔۴ تلخیص کیسے کریں

اب آیئے ذرا اس کام کو شروع کریں مگر شروع تو آپ اسی وقت کریں گے جب آپ کے سامنے کوئی ایسی تحریر یا تقریر ہو جس کا خلاصہ آپ تیار کرنا چاہیں۔

پہلے ہم نے تار کی زبان کا ذکر کیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک لطیفہ سنتے چلئے۔ جارج برنارڈ شا انگریزی کے مشہور مصنف، صحافی اور ڈرامانگار گزرے ہیں ان کا اسلوب بے حد مقبول تھا اپنے کسی مضمون میں انھوں نے لکھا تھا کہ میں نے اپنے لکھے ہوئے ہر لفظ سے ایک پاؤنڈ فی لفظ کے حساب سے معاوضہ حاصل کیا ہے یہ مضمون چھپا تو ان کے کسی پڑھنے والے نے انھیں ایک پاؤنڈ کا منی آرڈر بھیجا اور یہ فرمائش کی کہ وہ اسے اس کے بدلے میں ایک لفظ لکھ بھیجیں برنارڈ شا نے ایک لفظ لکھ بھیجا یہ لفظ تھا۔ "شکریہ"۔

آپ نے دیکھا ایک لفظ سے کام چل گیا مگر اس ایک لفظ سے کام اس لئے چل گیا کہ اس کے پیچھے پورا قصہ موجود تھا۔ دراصل یہ بات گرہ میں باندھ لینے کی ہے کسی لفظ کا کوئی معنی مطلب نہیں ہوتا یا یوں کہئے بہت سے معنی مطلب ہوتے ہیں مگر معنی مطلب طے ہوتا ہے اس موقع سے جس میں وہ استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلا کام تو یہ کرنا ہوگا کہ اصل عبارت کو غور سے پڑھا جائے ہو سکے تو ایک بار نہیں کئی بار اور اس طرح پڑھا جائے کہ لکھنے والے کا مقصد اور تحریر کی ضروری باتیں آپ کے ذہن نشین ہو جائیں۔

پڑھتے وقت ہر پیراگراف کا بنیادی نکتہ یا بنیادی نکتے حاشیے پر نوٹ کرتے جائیں تاکہ جب آپ پورا مضمون پڑھ چکیں تو اس کے بنیادی نکتے حاشیے میں درج ملیں اور آپ ان کی مدد سے خلاصہ تیار کر لیں۔

ظاہر ہے کہ اصل تحریر پڑھتے وقت آپ ان مشکلوں کو دور

کرتے چلیں گے جو آپ کو پیش آئیں گی مشکل لفظوں کے معنی معلوم نہ ہوں تو آپ لغت میں ڈھونڈھ نکالیں گے اگر کوئی ایسا گہرا یا مشکل خیال سامنے آگیا جس کے سمجھنے میں دشواری ہو تو اسے اپنے طور پر پہلے سمجھنے کی کوشش کریں گے پھر اس کا خلاصہ تیار کریں گے۔

اس لحاظ سے تلخیص کی پہچان یہی ہے کہ وہ اصل سے وفادار ہو اور مختصر ہو — اور آپ جب کبھی تلخیص تیار کریں ان دونوں باتوں کا خیال ضرور رکھیں۔

آئیے اب چند مثالوں پر غور کریں۔ پہلی مثال ڈاکٹر عابد حسین کے ایک مضمون سے لی گئی ہے جو مشترکہ ہندوستانی تہذیب کے بارے میں ہے۔ آئیے پہلے اسے غور سے پڑھیں۔

لیکن اس سے پہلے ضروری ہے کہ ہم نے اب تک جو کچھ پڑھا ہے اسے دہرالیں اور یہ مشق کے سوالوں کے ذریعے ہو سکتا ہے۔

۲۱-۵ تلخیص کی پہلی مثال مشترک ہندوستانی تہذیب

مسلمانوں میں سب سے پہلے عرب حملہ آور کی حیثیت سے ۷۱۲ء میں ہندوستان میں داخل ہوئے اور انہوں نے سندھ اور ملتان میں اپنی حکومت قائم کی، تاجروں کی حیثیت سے ان کے جنوبی ہند میں آنے کا سلسلہ غالباً اس سے پہلے شروع ہو چکا تھا آٹھویں صدی اور اس کے بعد وہ سمندر کے کنارے سندھ سے کاٹھیاواڑ اور گجرات تک اور جنوبی ہند میں دوبار اور

کاروِمنڈل کے ساحلوں پر آکر بستے رہے۔ ایک لحاظ سے اسلامی تہذیب کا سابقہ اور باہمی تاثیر و تاثر کا سلسلہ اسی وقت سے شروع ہوگیا اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ سندھی، گجراتی اور دراوڑی زبانوں میں عربی لفظ بڑی تعداد میں موجود ہیں جو غالباً اسی ابتدائی زمانے میں آتے ہونگے معاشرت رسم و رواج وغیرہ میں عرب مسلمانوں اور سندھ سے مدراس تک کے ساحلی علاقے کے ہندوؤں نے ایک دوسرے پر جو اثر ڈالا ہوگا اس کی اب تک تحقیقات نہیں ہوئی۔ لیکن گیارہویں صدی کے آخر تک مسلمانوں نے ہندوؤں کے دائرہ تہذیب کے محض محیط کو چھوا تھا اس کے مرکز سے وہ بہت دور تھے اور اس سے ان کا سابقہ ہنوز مقامی اور محدود تھا بڑے پیمانے پر ہندوؤں اور مسلمانوں کا یکجا ہونا جسے دراصل اسلامی تہذیب اور ہندو تہذیب کا سابقہ کہا جاسکتا ہے یوں تو گیارہویں صدی عیسوی میں غزنویوں کے پنجاب اور ملتان پر قبضہ کرنے سے شروع ہوگیا تھا لیکن دراصل تیرھویں صدی کے شروع میں سلطنت دہلی کے قیام سے سمجھنا چاہیئے سلطنت دہلی کا قیام تاریخ ہند کے اہم ترین واقعات میں سے ہے۔

دراصل مسلمان حکمرانوں کا خیال یہ تھا کہ وہ ہندوستان میں اس نمونے کی ریاست اور تہذیب قائم کرسکیں گے جیسی دوسرے اسلامی ملکوں میں تھی۔ یعنی شریعت اسلامی سے محدود شاہی ریاست اور اس کے ماتحت ایک اسلامی معاشرے کی تعمیر کریں گے جس میں غیر مسلم بھی کھپ جائیں لیکن مختلف وجوہ سے جن کا ذکر آئے گا ان کی یہ کوشش پوری طرح کامیاب نہ ہوسکی اور ہندوستان

کی مجموعی زندگی میں وحدت اور استحکام پیدا نہ کر سکی، غرض حالات مسلمانوں کے ہندوؤں میں یا ہندوؤں کے مسلمانوں میں جذب ہو جانے کے لئے ساز گار نہیں تھے لیکن انہوں نے رفتہ رفتہ دونوں کو ایک دوسرے کو سمجھنے اور ایک دوسرے سے متاثر ہونے پر مجبور کر دیا اور چند صدی کے بعد ہندوستان کے سیاسی اور تہذیبی مسئلے کو حل کرنے کی ایک نئی صورت پیدا ہو گئی۔

مسلمانوں کی خود مختار حکومتیں جو ملک میں جا بجا قائم ہوئی تھیں خصوصاً بہمنی سلطنت اور اس کی جانشین دکنی ریاستیں، بنگال اور کشمیر کی بادشاہتیں جو مسلمانوں کے مرکز سے دور تھیں اپنی صلح کل پالیسی کی وجہ سے ہندوؤں میں زیادہ مقبول ہوئیں۔

ہندو سلطنت دہلی سے کتنے ہی بد دل کیوں نہ ہوں، عام مسلمانوں سے ان کے تعلقات خاصے خوشگوار ہو گئے جب انہوں نے دیکھ لیا کہ مسلمان ہندوستان کو اپنا وطن بنا کر یہاں رہنے آئے ہیں اور مذہبی تعصب اور فتح بندی کا غرور رفتہ رفتہ کم ہوتا جاتا ہے تو ان کی وحشت مسلمانوں سے گھٹتی گئی، ہندوؤں اور مسلمانوں کی باہمی منافرت کے دور کرنے اور آپس میں ایک دوسرے سے قریب تر لانے میں خود مختار مسلمان حکمرانوں کے علاوہ مسلمان صوفیوں کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔

سب سے پہلی اور سب سے اہم چیز جس نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں ہم آہنگی کی ایک عام فضا پیدا کر دی وہ بھگتی کی تحریک تھی ہم لکھ چکے ہیں کہ جنوبی ہند میں ساتویں سے دسویں صدی عیسوی تک مختلف محرکات کی وجہ سے جن میں ایک

قوی محرک نووارد مسلمانوں کے جاندار اور جان بخش مذہبی
عقیدے کا اثر تھا بھگتی کا عقیدہ اد یار اور الوار شاعروں
کے کلام میں نشو ونما پاتا رہا۔ یہاں تک کہ گیارہویں صدی میں
رامانج نے اسے فلسفے کی بنیاد پر استوار کر دیا رفتہ رفتہ
اس کا اثر شمالی ہند تک پہنچنے لگا اور وشنودت کو جو راجپوت
ریاستوں میں فروغ پا رہا تھا تقویت پہنچانے لگا تیرہویں صدی
کے شروع میں مسلمانوں کی سلطنت قائم ہونے کے بعد شمالی ہند
میں بھگتی کے لئے اور بھی سازگار ماحول پیدا ہو گیا ۔

رامانج کے سلسلے کے مشہور و معروف بھگت رامانند کی بدولت
جن کا زمانہ غالباً چودھویں صدی کے آخر سے پندرہویں صدی
کے وسط تک تھا بھگتی کا مسلک شمالی ہند میں بڑے زور شور
سے پھیلا اور اس نے ہندوؤں کی مذہبی زندگی میں نئے
سرے سے جان ڈال دی، رامانند نے بھگتی کا موضوع وشنو
کے بجائے ان کے اوتار رام کو قرار دیا جن کی برگزیدہ شخصیت
انسانی تخیل سے قریب تر تھی اور فراخدلی سے اپنے حلقے کا دروازہ
چاروں ہندو ذاتوں کے مردوں اور عورتوں بلکہ مسلمانوں کے لئے
بھی کھول دیا۔ رامانند کے باکمال چیلے تلسی داس نے رام بھگتی
کے اصل مسلک کی تبلیغ کا بیڑا اٹھایا اور شعر و نغمہ کے جادو
سے ہندوؤں کے دلوں کو تسخیر کر لیا۔ ان کے دوسرے ممتاز
پیرو کبیر نے جن کا زمانہ پندرہویں صدی کی ابتدا سے اس
صدی کے آخر یا سولھویں صدی کے آغاز تک تھا بھگتی کے
ایک نئی راہ کھولی جس پر ہندوؤں کے ساتھ بہت سے مسلمان
بھی چل نکلے۔

۶-۲۱ پہلی مثال کی تلخیص اور تبصرہ

"یوں تو عرب فتوحات ۷۱۲ء میں شروع ہوئیں لیکن ہندوستان میں تاجر کی حیثیت سے عربوں کی آمد بہت پہلے سے تھی اور وہ مالابار اور کورومنڈل کے ساحلوں پر آباد بھی ہو گئے تھے اور وہ یہاں کے لوگوں کو متاثر بھی کر رہے تھے اور ان سے اثر قبول بھی کر رہے تھے عرب اور یہاں کی زبانوں میں لفظوں کا لین دین بھی اس کی مثال ہے مگر دراصل یہ سابقہ بڑے پیمانے پر تیرھویں صدی میں غزنوی حکومت کے قیام سے شروع ہوا۔ شروع میں مسلم حکمرانوں کا خیال اسلامی طرز پر حکومت قایم کرنے کا تھا مگر مختلف وجہوں سے اس میں کامیابی نہیں ہوئی اور میل جول اور آپسی ربط ضبط کی ایک نئی صورت پیدا ہو گئی جنوب میں. بہمنی سلطنت اور بنگال اور کشمیر کی مسلم ریاستیں اس سلسلے میں زیادہ مقبول تھیں مسلم صوفیوں کا اثر بھی بڑھا اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں ہم آہنگی کی فضا پیدا کرتے ہیں، بھگتی تحریک ایک قوی محرک ثابت ہوئی ادیار اور الوار شاعروں نے اسے مقبول کیا اور رامانج چاریہ نے اسے فلسفے کی بنیاد دی شمالی ہند میں بھگت رامانند نے اسے عام کیا اور رام بھگتی کا تصوّر دے کر انھوں نے اسے مختلف جاتیوں میں مقبول کر دیا ان کے پیرو تلسی داس اور کبیر ہوئے جنھوں نے شعر و نغمہ کے جادو سے دلوں کو موہ لیا۔"

ہم نے یہ فرض کر لیا ہے کہ اصل عبارت کو آپ نے ایک نہیں کئی بار پڑھا ہے اور اس میں جو مشکل لفظ آئے ہیں ان کو

لغت کی مدد سے سمجھ لیا ہے کم سے کم اس عبارت کا عام مفہوم آپ نے جان لیا ہے اب اسی مفہوم کو مختصر طور پر پیش کرنا ہے جس کی ایک مثال اوپر دی گئی ہے۔

اب مختصر کرنے کی بھی بہت سی شکلیں ہو سکتی ہیں۔ آپ کو شاید معلوم ہو کہ یوسف زلیخا کا قصہ اتنا مشہور ہے کہ اس کا ذکر کئی مذہبی کتابوں میں آیا ہے اور شاعروں نے لمبی چوڑی نظمیں بلکہ کتابیں اس پر لکھی ہیں۔ حضرت یعقوب کے کئی بیٹے تھے ان میں یوسف سب سے زیادہ خوبصورت بھی تھے اور چہیتے بھی تھے بھائی ان سے جلتے تھے انھیں دھوکے سے ساتھ لے جا کر جنگل میں کسی کنویں میں ڈال دیا اور خون سے لت پت کپڑے باپ کو لا کر دکھا دیئے اور کہا کہ یوسف کو جنگل میں بھیڑیا کھا گیا جنگل میں کسی سوداگر کا گزر ہوا اس نے یوسف کو بچا لیا وہ انھیں مصر لے گیا اور وہاں بیچ دیا وہ مصر کے بادشاہ کے محل تک پہنچے وہاں ملکہ زلیخا ان پر فریفتہ ہو گئی مگر بادشاہ نے ان کی بے گناہی پر یقین نہ کر کے انھیں قید خانے میں ڈال دیا پھر آخر ان کے دن پھرے اور وہ بادشاہ ہو گئے اور وہ اپنے باپ سے پھر آ کر ملے اور حضرت یعقوب کی آنکھوں کی روشنی جو روتے روتے جاتی رہی تھی پھر سے لوٹ آئی۔ آپ نے دیکھا کتنا لمبا قصہ ہے۔

سنا ہے دو دوست کھچڑی کھا رہے تھے اور ایک ہی پلیٹ میں ساری کھچڑی تھی ہر ایک چاہتا تھا کہ دوسرے کو باتوں میں لگا کر ساری کھچڑی خود کھا جائے اس نے دوسرے دوست سے کہا کبھی یہ یوسف زلیخا کا کیا قصہ ہے ذرا بیان تو کرنا دوسرے دوست کو کھچڑی کھانے کی جلدی تھی بولا قصہ کیا ہے حضرت یعقوب کے ایک لڑکا تھا یوسف وہ کھو

گیا تھا۔ آخر کار مل گیا "قصہ ختم"

ایک تو یہ طریقہ ہے خلاصہ کرنے کا کہ بات بہت ہی مختصر ہو گئی تلخیص اس کا نام نہیں۔ تلخیص تو یہ ہے کہ بات کے سارے ضروری پہلو آجائیں اور کم سے کم لفظوں میں آجائیں۔

اوپر دی ہوئی عبارت کی تلخیص کی کئی اور صورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ ایک شکل یہ ہے جو اوپر دی گئی ہے بات کی کڑیاں سامنے آگئی ہیں لیکن غیر ضروری تفصیلات چھوڑ دی گئی ہیں۔

یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ جہاں تک ہو سکا ہے اصل عبارت کے لفظ ہی استعمال کئے گئے ہیں یہ دونوں باتیں تلخیص کے لئے ضروری ہیں۔ لیکن ان پر ظاہر ہے سختی سے عمل نہیں کیا جا سکتا ضرورت اور تقاضے کے مطابق ان میں لچک پیدا کرنی ہو گی اس کا اندازہ آپ کو مشق سے ہو جائے گا۔

مشق I

(۱) تلخیص کسے کہتے ہیں؟

(۲) تلخیص کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟

(۳) تلخیص کرتے وقت کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے؟

(۴) اصل عبارت سے وفاداری سے کیا مراد ہے؟

(۵) ۱۔۲۔۴ کا خلاصہ اصل عبارت کے ایک تہائی لفظوں میں لکھئے!

اپنا امتحان خود لیجئے I

۱ ۔ کسی عبارت کا خلاصہ لکھنے سے پہلے کیا کرنا چاہیئے ؟

۲ ۔ اصل عبارت کا خلاصہ کتنے الفاظ میں ہونا چاہیئے ؟

(i) تین چوتھائی

(ii) نصف

(iii) ایک تہائی

۳ ۔ خالی جگہیں بھریئے :

تلخیص کرنے والا ــــ کرتے وقت اپنے ــــ کم سے کم ــــ کرے اور جہاں تک ممکن ہو ــــ عبارت ہی کے لفظوں میں مناسب ــــ کرکے یا ان کو تھوڑا سا ــــ بڑھا کر ان کا خلاصہ تیار کرے۔

الفاظ : خلاصہ ۔ اصل ۔ گھٹا

استعمال ۔ ردوبدل ۔ لفظ

۴ ۔ ۵-۲۱ میں لفظ کے معنی کس بات پر منحصر بتائے گئے ہیں؟

(i) بولنے والے پر

(ii) لغت میں دیئے ہوئے معنی پر

(iii) استعمال کے موقع پر

(جوابات آخر میں دیئے گئے ہیں)

۷-۱۲ تلخیص کی دوسری مثال

(اب آیئے ایک اور مثال لیں اس بار موسیقی کے بارے میں ایک مضمون کا خلاصہ تیار کریں

یوں تو قدیم زمانے سے ہی تہذیب کی رفتار ترقی کے ساتھ ساتھ دوسرے فنون لطیفہ کے مقابلے میں موسیقی سے فطری طور پر بنی نوع انسان کا تعلق زیادہ ہی گہرا رہا ہوگا۔ کیونکہ یہ بات مشہور ہے کہ گانا اور رونا کسے نہیں آتا؟ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ انسان اپنی خوشی و غم کے جذبات کا اظہار کرنے کے لئے یا تو مسرت کے نغمے گاتا ہے یا الم کے گیت زبان پر لاتا ہے اس کی اگر مثالیں دی جائیں تو اس کے لئے صفحے کے صفحے درکار ہیں چنانچہ اس سے قطع نظر ہم اتنی بات ضرور جانتے ہیں کہ مصر، یونان، چین، بابل، نینوا اور ہندوستان کی تہذیبیں عالم میں مشہور رہی ہیں جہاں فنون لطیفہ نے مختلف ادوار میں بڑا فروغ حاصل کیا اور خاص طور پر ہر زمانے میں فن موسیقی برابر ترقی پذیر رہا۔ اپنے اصل موضوع پر آنے سے قبل ہم یہاں موسیقی کے بتدریج ارتقا کا مختصر سا جائزہ لینا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اس بات کا صحیح اندازہ ہو سکے کہ دنیا کی موسیقی سے ہندوستانی موسیقی کو کیا ملا اور ہندوستانی سنگیت نے دنیا کی موسیقی کو کیا دیا۔

مصر کی تہذیب سب سے قدیم مانی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ موسیقی کا آغاز بھی سب سے پہلے یہیں سے ہوا۔ اس کے بعد یہ فن چین، یونان، ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں پہنچا۔ تقریباً پانچ ہزار سال قبل ہندوستان میں دراوڑوں کی آمد

کی اثبات ہی کی جاتی ہے، ان کے وارد ہونے پر یہاں کے قدیم
ترین باشندے جب دور بھاگ نکلے تو انھوں نے وادیٔ سندھ
کی تہذیب کی بنیاد ڈالی، شہر آباد کئے اور انہیں جملہ سازوسامان
زندگی سے آراستہ کیا محکمۂ آثار قدیمہ کی تحقیق اور موہنجوداڑو اور ہڑپا
کے کھنڈرات اس کے جیتے جاگتے گواہ ہیں کہ یہ تہذیب بھی نینوا اور
بابل کی تہذیبوں کی طرح قدیم ہے اور ان تہذیبوں کے لوگ اپنے
دور کے اعتبار سے نہایت ترقی یافتہ تھے دوسری دلچسپیوں اور
ذوق وشوق کے علاوہ انہیں فنون لطیفہ سے بھی خاص شغف
تھا یقینی طور پر وہ موسیقی سے بھی لگاؤ رکھتے ہونگے۔ وادیٔ سندھ
کے آثار و قرائن سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ قدیم باشندے
مصر اور یونان کی طرح دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے، ناچتے
گاتے اور اپنے دھرم کرم کے کاموں کو حسن وخوبی انجام دیتے تھے
یہ تہذیب تقریباً دو ہزار برس تک پھلتی پھولتی رہی، اس
کے بعد زوال پذیر ہوئی تو ایک نئی تہذیب ہندوستان میں
آریاؤں کی آمد سے شروع ہوئی آریہ قوم چونکہ پہلے ہی سے وادیٔ
سندھ میں وارد ہوچکی تھی اور قدیم باشندوں کے ساتھ
معرکہ آرائی میں مصروف رہتی تھی اس طرح جب اس نے قدیم
باشندوں کو پسپا کیا تو یہ جنوبی ہند کی طرف بھاگ کھڑے
ہوئے کچھ مغلوب ہوکر یہیں رہ گئے کچھ غالب قوم کے افراد
میں جذب ہوگئے، آریہ چونکہ دراوڑوں کے مقابلے میں زیادہ
مہذب، زیادہ متمدن اور ترقی یافتہ تھے اس لئے ان کے علوم
وفنون، ذوق وشوق، دلچسپیاں وغیرہ زندگی کے تمام پہلوؤں
پر اس قدر چھا گئے کہ پوری سوسائٹی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا،

ظاہر ہے کہ ان کے فنون لطیفہ کو بھی انہوں نے متاثر کیا ہوگا اور اپنی موسیقی کو قدیم باشندوں کی موسیقی پر غالب کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ آریاؤں کے زمانے کی موسیقی ہر طرح ترقی یافتہ تھی ان کے یہاں ناچ گانے طرح طرح کی تقریبات منعقد کرنے جشن مناتے، علیش وعشرت کا مظاہرہ کرنے اور سیر و تفریح کے اظہار کا بہت رواج تھا اس زمانے میں آریاؤں کے مذہبی مقدس چار وید، رگ وید، اتھروید، یجروید اور سام وید وجود میں آچکے تھے سام وید کا تعلق خاص طور پر موسیقی کی باریکیوں اور تفصیل سے تھا، سوسائٹی کو آریاؤں نے چار طبقوں یا ذاتوں، برہمن ویش، کھتری یا شھتری اور شودر میں تقسیم کرکے باہمی ذمہ داریاں سپرد کی ہوئی تھیں، رفتہ رفتہ سماج نے ترقی کر کے اس قدر وسعت پائی کہ ریاستیں وجود میں آگئیں جو باہمی آزمائشوں اور نزاعوں میں لگ جانے کی وجہ سے قیامت خیز جنگوں کا شکار ہوئیں اور اس طرح رامائن اور مہا بھارت کی تصنیفات ظہور میں آئیں ذات پات کی تقسیم کے تحت برہمنوں کے ذمہ چونکہ علم وفن کی خدمت تھی، درس وتدریس، دین دھرم اور مذہبی رسومات کی ادائیگی کے کام ان کے ہاتھوں سرانجام ہوتے تھے اس لئے وہ ویدوں کے منتر الاپنے یا گانے کے لئے طرح طرح کی مشقیں کرنے، موسیقی کی باریکیوں کو سمجھنے اور رفتہ رفتہ اس کو فن کی حیثیت سے اختیار کرنے کی کوشش کرتے دوسرے لفظوں میں مصوری، شاعری، بت تراشی کی طرح اس کو خاص مشغلہ بنا لیا گیا، انجام کار سوسائٹی نے موسیقی کی اس قدر پذیرائی کی کہ اسے ایک باضابطہ فن قرار دے دیا گیا۔ یہ ذوق وشوق اس حد تک بڑھنا شروع ہوا کہ اس فن میں نئی نئی ایجادیں شروع ہوگئیں، نئے راگ راگنیاں

وجود میں آنے لگیں اور سازوں کی اختراعات کا سلسلہ بھی جاری ہوگیا۔ مہاویر و مہاتما بدھ کے زمانوں میں مذہبی عقائد کے رخ کے ساتھ ساتھ موسیقی نے بھی نئی کروٹیں لیں اور سنگیت ودیا کا پرچار اور بھی زیادہ ہونے لگا۔ اس طرح ہندوستانی سنگیت کی دنیا بھر میں شہرت پھیلنے لگی۔ اسی دوران یونان کا مشہور فلسفی اور حکیم نیشا غورث ہزاروں میل دُور کا سفر اختیار کر کے ہندوستان کی سیاحی کے لئے آیا تو اس نے یہاں کے فنون لطیفہ سے گہری دلچسپی ظاہر کی اور خاص طور سے ہندوستانی موسیقی سے متعلق بیش قیمت معلومات فراہم کرتے ہوئے اسے خود بھی سیکھا اور جب واپس یونان گیا تو یونانی موسیقی میں بیس ہندوستانی ٹھاٹھ شامل کئے، یہ ہندوستانی ٹھاٹھ یونان میں تقریباً ڈھائی ہزار برس تک استعمال ہوتے رہے، نیشا غورث جہاں ہندوستانی موسیقی کے اہم نکات یہاں کے پنڈتوں سے سیکھ کر گیا، وہاں اس نے یہاں کے سنگیت پنڈتوں کو یونانی موسیقی کے کئی نغموں اور ٹھاٹھوں سے واقف کرایا۔ جس سے ہندوستانی سنگیت ودیا کے دامن میں وسعت پیدا ہوئی۔

۲۱-۸ دوسری مثال کی تلخیص اور تبصرہ

دوسری مثال کی تلخیص کچھ اس طرح ہوگی

"دوسرے فنونِ لطیفہ کے مقابلے میں موسیقی کا تعلق انسانی

تہذیب سے بڑا گہرا رہا ہے۔ مصر۔ یونان۔ چین۔ بابل۔ نینوا اور ہندوستان کی قدیم تہذیبوں میں بھی موسیقی کا فن برابر فروغ پاتا رہا ہے۔ تقریباً پانچ ہزار سال قبل ہندوستان میں دراوڑی آئے اور یہاں کے ابتدائی باشندوں نے وادیٔ سندھ اور موہنجو دارو اور ہڑپا کی تہذیبوں کی بنیاد ڈالی جو بابل اور نینوا کی طرح قدیم تھیں دیگر فنون لطیفہ کے ساتھ انھیں موسیقی سے بھی دلچسپی تھی۔

یہ تہذیب دو ہزار سال کے قریب پھلی پھولی آریا ہندوستان آئے تو ان میں کچھ یہیں مغلوب ہو کر رہ پڑے باقی جنوبی ہند کی طرف چلے گئے۔ موسیقی آریاؤں کی تہذیب اور مذہب کا حصہ تھا لہٰذا ویدوں کے منتروں کی ادائیگی کے لئے بھی ضروری قرار پائی اور رفتہ رفتہ موسیقی سے دلچسپی اتنی بڑھی کہ نئے راگ نئی راگنیاں ایجاد ہونے لگیں اور نئے سازوں کی اختراع ہوئی۔

مہاویر اور بدھ کے زمانے میں موسیقی میں بھی ترقی ہوئی اور اس کی شہرت۔ یونان تک پہنچی کہا جاتا ہے حکیم نیثا غورث نے موسیقی کا علم حاصل کرنے کے لئے ہندوستان کا سفر کیا تھا اور یونانی موسیقی میں ہندوستانی موسیقی کی بیس طرزیں کوئی ڈھائی ہزار برس تک استعمال ہوتی رہیں اس طرح ہندوستانی موسیقی نے بھی یونانی طرزوں سے بہت کچھ سیکھا۔"

آپ نے دیکھا یہ خلاصہ اصل عبارت کے ایک تہائی کے برابر ہوگا مگر اس میں اصل عبارت کی سبھی اہم باتیں آگئی

ہیں البتہ تفصیلات حذف کر دی گئی ہیں جن پڑھنے والوں کو تفصیلات جاننی ہونگی وہ اصل عبارت پڑھیں گے مثال کے طور پر پہلے پیراگراف کو لیجیئے۔

یوں تو قدیم زمانے سے ہی تہذیب کی رفتار و ترقی کے ساتھ ساتھ دوسرے فنونِ لطیفہ کے مقابلے میں موسیقی سے فطری طور پر بنی نوع انسان کا تعلق زیادہ ہی گہرا رہا ہوگا کیونکہ یہ بات مشہور رہے کہ گانا اور رونا کسے نہیں آتا اور یہ حقیقت ہے کہ انسان اپنی خوشی اور غم کے جذبات کا اظہار کرنے کے لئے یا تو مسرت کے نغمے گاتا ہے یا الم کے گیت زبان پر لاتا ہے اگر اس کی مثالیں دی جائیں تو اس کے لئے صفحے کے صفحے درکار ہیں چنانچہ اس سے قطع نظر ہم اتنی بات ضرور جانتے ہیں کہ مصر۔ یونان۔ چین۔ بابل۔ نینوا اور ہندوستان کی تہذیبیں عالم میں مشہور رہی ہیں۔

اس پورے پیراگراف میں سے صرف شروع اور آخر کے جملے لے لئے گئے ہیں باقی عبارت چھوڑ دی گئی ہے۔

۲۱-۹ تلخیص کی تیسری مثال

ریڈیو پر بولنا کوئی آسان کام نہیں ہے

اب ہم ایک قسم کی عبارت پڑھیں گے ذرا نیم مزاحیہ قسم کا مزے دار مضمون ہے ظاہر ہے اس کا خلاصہ مختلف ڈھنگ سے ہوگا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے دو سوار ساتھ ساتھ سفر کر رہے تھے آپ جانتے ہیں پُرانے زمانے میں سفر کرتے وقت کھانے پینے کا سامان بھی ساتھ رکھنا پڑتا تھا وہ بھی ایسا جس کے ساتھ لے جانے میں کوئی پریشانی نہ ہو اور جس کے پکانے یا تیار کرنے میں زیادہ وقت نہ لگے اس لئے ایک نے اپنے ساتھ ایک تھیلے میں ستّو اور گڑ رکھ لیا، دوسرے نے کڑاہ اور بھنے ہوئے دھان باندھ لئے، راستے میں جہاں بھوک لگتی دونوں اترتے ایک سوار ستّو گھولتا اس میں گڑ ملا کر پی لیتا اور جلدی سے آگے چل پڑتا دوسرے سوار کو دھان کوٹنے، ملا کر کھانے میں خاصی دیر لگ جاتی، جس کی وجہ سے وہ پیچھے رہ جاتا۔ اس نے سوچا کسی ترکیب سے دوسرے سوار سے ستّو لے کر اپنے دھان اس کے سر منڈھ دے باتوں باتوں میں کہا یار تم بھی کیا چیز ساتھ لے کر چلتے ہو ستّو اور گڑ ستّو کب گھولا، کب پیا اور ہم کو دیکھو دھان کوٹے کھائے اور چلے۔ دوسرے سوار معلوم ہوتا ہے عقل کے پورے تھے انہوں نے سوچا کہ واقعی ستّو کا کام لمبا ہے اور اس کے

مقابلے دھان کوٹنے، پھٹکنے اور گڑ ملا کر کھانے میں کچھ دیر نہیں لگتی۔ چٹکی بجاتے یہ کام ختم ہو جاتا ہے، انہوں نے خوشی خوشی ستو اور گڑ کا تھیلا اپنے دوست کو دے دیا اور اس کے دھان لے لئے آگے چل کر پھر کیا ہوا یہ تو مجھے معلوم نہیں مگر اتنا معلوم ہے کہ دھان کوٹے کھائیے اور چلیے" کہنا آسان ہے مگر اس کا کرنا مشکل، اسی طرح ریڈیو پر بولنا یوں تو بہت آسان ہے جلدی جلدی لکھا، ریڈیو اسٹیشن آگئے، مائیکروفون سامنے رکھا اور بولنا شروع کر دیا۔ کتنا آسان معلوم ہوتا ہے یہ کام مگر بس معلوم ہی ہوتا ہے جب کرنا پڑتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ اتنا آسان نہیں جتنا نظر آتا ہے۔

پہلے پہلے میں بھی یہی سوچتا تھا۔ سمجھتا تھا آخر یوں بھی تو آپس میں بولتے ہیں۔ تقریریں کرتے ہیں۔ پھر وہاں جاکر بولنا اور پھر لکھا ہوا پڑھنا کیا مشکل ہے اسی لئے جب آج سے ۲۸ برس پہلے ۱۹۳۶ء میں جب پہلی دفعہ ہم سے ریڈیو پر بولنے کے لئے کہا گیا تو ہم بہت خوش تھے اور سمجھ رہے تھے کہ چٹکی بجاتے کام ہو جائے گا اب یہ تو یاد نہیں رہا کہ موضوع کیا تھا۔ شاید اشتہار دینے کے فائدے پر تقریر کرنی تھی مگر ہم لکھنے بیٹھے تو دیکھا کہ بات نہیں بنتی، جو باتیں ہمارے ذہن میں تھیں وہ کچھ مزیدار نہیں تھیں اس لئے ایک دو کتابیں پڑھیں مشکل یہ کہ اشتہار بازی بہت مگر اشتہار بازی پر کتابیں کم اور اتنی کم کہ نہ ہونے کے برابر، خیر ادھر اُدھر سے کچھ مسالہ جمع کیا، پتہ چلا کہ مواد بہت ہو گیا ہے اور وقت صرف پندرہ منٹ ہے بہت غصہ آیا کہ لیجئے اتنی محنت کر کے تو مسالہ جمع کیا، اب اسے

محض پندرہ منٹ کا کیسے لکھ دیں گا گر ہیں سا گیہ کیوں کہ بند کیا جائے ریڈیو والے بھی خوب ہیں ان میں تو کوئی مقالہ لکھنا جانتا نہیں اور ہم جیسے پڑھے لکھے لوگ جو دو دو گھنٹے کے مقالے کو بھی کچھ نہیں سمجھتے ان سے کہا جاتا ہے بلکہ انہیں مجبور کیا جاتا ہے کہ پندرہ منٹ صرف پندرہ منٹ میں اشتہار بازی کے بارے میں سماجی، نفسیاتی اور تجارتی سب پہلو بیان کر دو، جی تو چاہا کہ انکار کر دیں کہ ہم پندرہ منٹ کا مقالہ لکھنے کے قابل نہیں مگر پھر خیال آیا کہ ریڈیو ہے ہزاروں لاکھوں کان لگائے بیٹھے ہوں گے، پندرہ ہی منٹ سہی مگر مقالہ تو ہے سب ہماری قابلیت کا لوہا مان جائیں گے اس لئے کئی دن تک محنت کر کے پندرہ منٹ کی تقریر لکھی تو ایک اور مشکل سامنے آئی ہماری تحریر ایسی ہے کہ بعض دفعہ اپنا لکھا ہوا خود ہم سے مشکل سے پڑھا جاتا ہے لکھتے ہیں سڑک تو پڑھا جاتا ہے ٹرک لکھا ہوتا ہے آزمودہ تو پڑھا جاتا ہے آدھ موا، خیال آیا کہ اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تقریر پڑھی تو بس گئے اس لئے ایک نہایت خوش خط کاتب سے تقریر نقل کرائی اور گھر میں، محلے میں، کالج میں، سب دوستوں میں اعلان کر دیا کہ فلاں تاریخ کو فلاں وقت ہم ریڈیو پر بولیں گے ضرور سننا، سب نے دلچسپی ظاہر کی، سننے کا وعدہ کیا اس لئے جب ہم مائیکروفون کے سامنے بیٹھے تو دل میں خیال آیا کہ ہزاروں آدمی ہماری تقریر سنیں گے اور خاص طور پر گھر والے اور دوست احباب، آج سب پر کتنا رعب پڑے گا۔ اس خیال کا آنا تھا کہ بات چیت کے انداز کے بجائے عالمانہ تقریر کا لہجہ اختیار کر لیا۔

"اشتہار اردو زبان کا ایک لفظ ہے جس کا مطلب ہے کسی بات یا کسی چیز کو شہرت دینا آپ نے اور لفظ بھی سنے ہوں گے

جیسے مشہور، مشاہیر، تشہیر، مشتہر۔۔۔۔ "اب آپ خود ہی
اندازہ لگا لیجئے کہ باقی تقریر کیا ہو گی ہر وقت یہ خیال کہ بہت
سے لوگ سن رہے ہیں ایک طرف اپنی اہمیت کا احساس تو دوسری
طرف ہر لحظہ یہ خوف کہ کہیں غلطی نہ ہو جائے سب سے زیادہ
سہم سوار تھا سکینڈ کی لال سوئی کا جو سامنے دیوار پر لگی ہوئی
گھڑی پر برابر گھومے جاتی تھی پانچ منٹ گزرے تو ہم نے دیکھا
کہ ابھی دو تہائی سے زیادہ صفحے باقی ہیں ڈر لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو
کہ وقت پر ختم نہ کر سکیں اس لئے جلدی پڑھنا شروع کیا سننے
والے ضرور حیران ہوں گے کہ اچانک یہ کیا ماجرا ہو گیا مگر ہماری
مجبوری کو کون سمجھ سکتا تھا معلوم ہوتا ہے گھبراہٹ میں کچھ
زیادہ تیز پڑھ گئے ۔ جب تین چار منٹ رہ گئے تو صرف دو صفحے
باقی تھے اب اور بھی دل گھبرایا سنا ہوا تھا کہ وقت سے پہلے بھی
تقریر ختم نہیں ہونی چاہیئے اس خیال کا آنا تھا کہ تیز تیز پڑھتے پڑھتے
ایک دم معمول سے زیادہ ہلکی رفتار سے پڑھنے لگے سننے والوں
کو جانے دیجئے رومال سے منہ پونچھتے جاتے تھے اور گھڑی کو بھی
دیکھتے جاتے تھے ۔ خدا خدا کر کے تقریر ختم ہوئی وقت دیکھا تو
۱۴ منٹ ۵۰ سکینڈ، ذرا اطمینان ہوا کہ وقت سے ختم کر دی اب
جلدی جلدی گھر آئے تا کہ لوگوں سے پوچھیں کہ تقریر انہیں کیسی
لگی، پتہ چلا کہ گھر کے لوگوں کو سننا یاد ہی نہیں رہا، یہی حال
دوستوں کا تھا اس سے ہمارے احساس خودی کو خاصی ٹھیس لگی
مگر سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ آئندہ ہم نے مائیکروفون کو سننے
والا سمجھ کر اس سے بات چیت کا لہجہ اختیار کیا ۔

دیکھا آپ نے دھان کو ٹیے کھائیے چلئے کہنا آسان ہے کرنا

مشکل ہے مگر کچھ ایسا مشکل بھی نہیں، ہم نے خود ہی اپنے لئے مشکل بنالیا تھا اگر مقالہ لکھنے کی کوشش نہ کرتے، اگر کسی عالمانہ مضمون کے پڑھنے کی کوشش نہ کرتے اگر اپنے لب ولہجے کو جان کر پر تکلف نہ بناتے تو شاید اتنا مشکل نہ ہوتا، ہمیں اس وقت تک معلوم نہ تھا کہ ریڈیو سننے والے جب تقریر سننے کے لئے ریڈیو کھولتے ہیں تو ان کے ذہن مقالے سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے وہ اپنی معلومات میں اضافہ تو چاہتے ہیں مگر اس کے لئے ذہن پر زیادہ بوجھ ڈالنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اس لئے گہری باتوں کا بھی سیدھے سادے طور پر بیان کرنا اچھا ہوتا ہے جیسے ہم کسی بھاری جلسے میں نہیں کسی بڑے شامیانے کے نیچے نہیں بلکہ اپنے کمرے میں، اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے دوستوں سے باتیں کر رہے ہیں دل چسپ باتیں، کام کی باتیں ۔اس طرح باتیں کرنا اگر آسان نہیں تو کچھ زیادہ مشکل بھی نہیں، اس میں ایک طرف تو یہ ہوتا ہے کہ کب ستو گھولا اور کب پیا اور دوسری طرف دھان کوٹے کھائے اور چلے مگر یہ دونوں باتیں اسی وقت آسکتی ہیں جب آدمی کو بات کرنے کا سلیقہ ہو۔

نوٹ : یہ دراصل مرزا محمود بیگ سابق پرنسپل دلی کالج کی ایک ریڈیائی تقریر کا حصہ ہے جو ان کے مضامین کے انتخاب (مرتبہ کامل قریشی) سے لیا گیا ہے۔

۲۱۔۱۰ تیسری مثال کی تلخیص اور تبصرہ

"پرانے زمانے میں دو سوار سفر کر رہے تھے ایک ستو اور گڑ گھول کر پی جاتا تھا دوسرے کے پاس دھان تھے انھیں کوٹنے اور کھانے میں دیر لگتی تھی اس نے ستو والے سے کہا کہ ستو مجھے دے دو کیونکہ اسے تیار کرنے میں بڑی دیر لگتی ہے اور دھان کا کیا ہے، کوٹے، کھائے اور چلے۔

وہی حال کچھ ریڈیو پر بولنے کا ہے بڑا آسان لگتا ہے مگر ہے نہیں۔ پہلی تقریر اشتہار دینے کے فائدے پر تھی اس پر مشکل سے کتابیں حاصل کر کے پڑھیں مگر اس ساری معلومات کو پندرہ منٹ کی تقریر میں سمیٹنا مشکل ہو گیا پھر ہمارا خط خراب ہے آسانی سے پڑھنے میں نہیں آتا سب دوستوں میں ریڈیو پر اپنی تقریر کا اشتہار دینے کے بعد جب اسٹوڈیو میں تقریر پڑھنے لگے تو اندازہ ہوا کہ بات چیت کے بجائے انداز عالمانہ ہو گیا ہے پھر یہ خیال کہ بہت سے لوگ ہماری تقریر سن رہے ہیں سامنے دیوار پر لگی ہوئی گھڑی کی سوئی برابر گھوم رہی تھی ڈر سے کہ تقریر کہیں وقت پر ختم نہ ہو پائی تو برا ہو گا اسلئے جلدی جلدی پڑھنے لگے۔

اس تجربے سے ہمیں یہ ضرور معلوم ہو گیا کہ ریڈیائی تقریر کو عالمانہ اور پر تکلف نہیں بنانا چاہیئے بلکہ بات چیت کا انداز اختیار کرنا چاہیئے اور یہ سمجھنا چاہیئے کہ ہم کسی

بڑے بھاری جلسے میں شامیانے کے نیچے نہیں بیٹھے ہیں بلکہ
اپنے ڈرائنگ روم میں دلچسپ مگر کام کی باتیں کر رہے
ہیں مگر یہ دونوں باتیں اسی وقت آتی ہیں جب آدمی کو بات
کرنے کا سلیقہ ہو"

یہ مثال پہلی دو مثالوں سے مختلف ہے اس میں معلومات زیادہ نہیں ہیں پھر بات مضمون کی شکل میں نہیں کہی گئی ہے بلکہ بات چیت کے انداز میں بیان ہوئی ہے لیکن بات چیت کے لہجے اور مزاحیہ انداز کو چھوڑ دیں تو بھی اس میں چند کام کے نکتے ضرور ہیں اور ان نکتوں کو خلاصے میں شامل کرنا ضروری ہے اور اس طرح شامل کرنا ضروری ہے کہ اصل عبارت کا مزا باقی رہے۔

پہلے یہ دیکھئے کہ وہ نکتے کونسے میں وہ ہیں :-

(۱) ریڈیو پر تقریر کرتے ہوئے بات چیت کا لہجہ اپنانا چاہیئے، عالمانہ مضمون کا نہیں

(۲) زبان پر تکلف نہیں ہونی چاہیئے بلکہ روزمرہ بولی جانے والی زبان ہونی چاہیئے۔

(۳) ریڈیائی تقریر کرتے وقت یہ خیال رکھنا چاہیئے جیسے آپ اپنے ڈرائنگ روم میں اپنے بے تکلف دوستوں سے باتیں کر رہے ہیں کسی بڑے مجمع میں تقریر نہیں کر رہے ہیں۔

ان تینوں باتوں کو خلاصے میں سمیٹ لیا گیا ہے اور مصنف نے پہلی ریڈیائی تقریر کے موقع پر اپنی جس گھبراہٹ کا ذکر کیا ہے اس کے مزے اور مزاح کو بھی قایم رکھا گیا ہے۔

۱۱ - ۱۲ تلخیص کی مثالوں پر گفتگو

آپ نے ان مثالوں سے اندازہ کیا ہوگا کہ ہر خلاصے کے اپنے الگ الگ تقاضے ہوتے ہیں موٹے طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ایک تو ایسے مضامین یا مقالوں کا خلاصہ ہوتا ہے جن میں زور معلومات پر ہوتا ہے اور دوسرے ایسے مضامین جن کی حیثیت اتنی معلوماتی نہیں ہوتی جتنی تخلیقی ہوتی ہے وہ محض واقعات یا کسی چیز کے بارے میں تفصیلات نہیں بتاتے بلکہ یا تو کسی کیفیت کو بیان کرتے ہیں یا کسی تجربے کو اپنے اوپر گزری ہوئی حالت میں بیان کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ دونوں صورتوں میں تلخیص کے تقاضے مختلف ہونگے۔

پہلی دو مثالیں پہلی قسم کی ہیں جن میں زور معلومات پر ہے پہلی مثال میں تاریخ کا تذکرہ ہے اور دوسری مثال میں موسیقی کا دونوں صورتوں میں بنیادی نکتہ ہے معلومات اور ان کی تلخیص میں اسی لئے معلومات کو ضرور محفوظ رکھا گیا ہے۔

تیسری مثال تخلیقی ہے اس میں زور معلومات پر نہیں ہے بلکہ معلومات بھی دلچسپ طریقے پر آپ بیتی کا حصہ بنا کر فراہم کی گئی ہے گو اس سے جو نتیجے نکالے گئے ہیں وہ معلوماتی بھی ہیں لہٰذا تلخیص کرتے وقت اس ذاتی لب

" لہجہ اور مزیدار گفتگو کے لہجے کو بھی قایم رکھا گیا ہے
اور اس سے نکالے ہوئے نتیجوں کو بھی
اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ تلخیص کے عام
قاعدے برتنا تو ضروری ہے مگر اس کے ساتھ
ہر عبارت کے اپنے اپنے تقاضے ہوتے ہیں اور تلخیص
کرتے وقت ان تقاضوں کو بھی ضرور سامنے رکھنا
چاہیئے۔

مشق II

(۱) تیسری مثال میں تلخیص کرتے وقت ریڈیائی تقریر کے بارے میں کن باتوں کو بیان کرنا ضروری ہے؟

(۲) تلخیص کے اصول برتتے وقت ان پر سختی سے عمل کرنے کے بجائے لچک کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔
یہاں لچک سے کیا مراد ہے؟

(۳) تخلیقی اور معلوماتی مضمون میں کیا فرق ہے؟

(۴) برناڈ شا کے متعلق جو قصہ (۲۱-۴) میں بیان کیا گیا ہے اسے اپنی زبان میں لکھئے:

(۵) مندرجہ ذیل عبارت کو تار کی عبارت میں لکھئے۔
" مریض کی حالت بہت خراب ہے۔ براہ کرم فوراً چلے آئیے"
(۴ لفظوں میں)

اپنا امتحان خود لیجئے II

۱۔ مندرجہ ذیل کے لئے کوئی ایک لفظ لکھئے

(i) جس کی کوئی دوسری مثال نہ ہو

(ii) جس کا کوئی جواب نہ ہو

(iii) وہ جس پر الزام لگایا گیا ہو مگر جرم ثابت نہ ہوا ہو

(iv) وہ جو عمل نہ کرتا ہو

(v) وہ جو کہتا کچھ ہو اور کرتا کچھ ہو

۲۔ تلخیص کی دوسری اور تیسری مثالوں میں کیا فرق بیان کیا گیا ہے؟

۳۔ اصل عبارت کے ضروری نکتے سے کیا مراد ہے؟

۴۔ مندرجہ ذیل عبارت کے ضروری نکتوں کی نشان دہی کیجئے۔

آپ کو اندازہ ہوگا کہ بات کہنے کے مختلف ڈھنگ ہوتے ہیں آپ بھی ایسے لوگوں کو جانتے ہونگے جو ایک چھوٹی سی بات کو نمک مرچ لگا کر بڑھا چڑھا کر منٹوں کے بجائے گھنٹوں میں بیان کرتے ہیں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو طول طویل باتیں نہیں کر سکتے بلکہ لمبی چوڑی تقریر یا تحریر کے بنیادی نکتے یا ان کا خلاصہ اس قابلیت سے بیان کر دیتے ہیں.

۵۔ (۲۱-۴) کی عبارت کی تلخیص کیجئے۔ کوئی اہم بات چھوٹنے نہ پائے۔

(جوابات آخر میں دیئے گئے ہیں)

۲۱-۱۲ خلاصۂ بحث

لیجئے۔ اکائی ختم ہوئی۔ تلخیص کے بارے میں آپ نے اتنا سیکھا کہ تلخیص کسی تحریر یا تقریر کا اس طرح خلاصہ تیار کرنے کا نام ہے جس میں ضروری باتیں آجائیں اور غیر ضروری طوالت نہ ہو اور یہ خلاصہ اصل سے مطابقت رکھتا ہو، مربوط ہو اور اصل کا لگ بھگ ایک تہائی ہو۔

آپ نے یہ بھی سیکھا کہ ہر عبارت (تقریر یا تحریر) کے اپنے تقاضے اور اپنا لہجہ ہوتا ہے اور تلخیص کرتے وقت ان کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔

جوابات

مشق I

مشق I کے مختلف سوالوں کے جوابات (۱-۲۱) تا (۲۱-۴) میں دیئے ہوتے ہیں انھیں پھر سے پڑھ لیں۔

اپنا امتحان خود لیجئے I

۱۔ عبارت کو غور سے پڑھنا، سمجھنا اور ہر پیراگراف کے خاص نکتے نوٹ کرنا۔

۲۔ (iii) ایک تہائی

۳۔ خلاصہ۔ لفظ۔ استعمال۔ اصل۔ ردو بدل۔ گھٹا (علی الترتیب)

۴۔ (iii) استعمال کے موقع پر

مشق II

۱۔ بات چیت کا لہجہ۔ سادہ زبان۔ بے تکلّف انداز۔

۲۔ ہر عبارت کے مخصوص تقاضے

۳۔ ایک حقائق اور معلومات پر زور دیتا ہے دوسرا کیفیت اور واردات پر

۴۔ Patient critical come immediately

اپنا امتحان خود لیجیے II

(۱) (i) بے مثال
(ii) لاجواب
(iii) ملزم
(iv) بے عمل
(v) منافق
(۲) ایک معلوماتی دوسری تخلیق
(۳) اصل عبارت کے بنیادی نکات

مزید مشق کے لئے ایک عبارت دی جارہی ہے۔

راجستھان۔ فنون کا مرکز

راجستھان مختلف فنون کا مرکز ہے اور یہاں کی فنی اشیاء ملکوں ملکوں مشہور ہیں ہندوستانی ثقافت کو بھی راجستھان کی ثقافت نے بہت کچھ دیا ہے۔ خاص طور سے قبل تاریخ اور تاریخی ادوار سے ہندوستانی ثقافت کے سبھی پہلوؤں اور رخوں میں راجستھانی ثقافت کی آمیزش قابل ذکر رہی ہے۔ راجستھان میں کبھی ثقافت کے تئیں بیداری سے راجستھانی زندگی خوشگوار تھی اور بیکانیر علاقہ میں سرسوتی ندی پورے زور کے ساتھ بہتی تھی۔ سرسوتی ندی کے کنارے رگ وید ظہور میں آیا۔ موہن جو دارو اور ہڑپا کی قدیم تہذیبیں اس کنارے پر پروان چڑھیں تیرتھ راج پشکر میں جہاں برہم نے دنیا بنانے کے بعد یگیہ کیا۔ وہ جگہ بھی اسی دریا کی ترائی میں واقع ہے۔ ہمارے رشیوں کی عبادت گاہ بھی اسی دریا کے جنگلی علاقہ میں تھی جہاں پرانوں کو ترتیب دیا گیا۔ یہی نہیں مہابھارت کے زمانے کے مچھلی کے علاقے جے پور اور الور کے درمیان واقع تھے۔ اسی لئے متعدد ثقافتیں یہاں زندہ رہیں جن سے یہاں کی عام زندگی دوسروں کے لئے کشش کا باعث رہی۔

یہاں کی مصوری، لوک گیت اور رقص، تہوار ہر جگہ مشہور ہیں، میلے ٹھیلوں اور ادب کے نایاب فن پاروں نے راجستھان

کی ثقافت کو مضبوطی سے باندھے رکھا۔ اس کے آثار ہر جگہ پائے گئے یہ راجستھانی ثقافت ہی ہے کہ جس نے غیر ملکی باشندوں کو بھی متاثر کیا۔

ہندوستانی فنون کئی حصوں میں تقسیم ہیں لیکن ان میں مصوری موسیقی اور رقص وغیرہ کو صف اول میں جگہ دی گئی ہے۔

راجستھان میں ان فنون کی ترقی اور فروغ بڑی تیز رفتاری سے ہوا ہے۔ کلاسیکی اور عام موسیقی کو بھی مکمل تحفظ دیا گیا تو کلاسیکی رقص میں کتھک رقص کا جے پوری انداز اپنے ترقی یافتہ ڈھانچہ میں مشہور رہا ہے اور لوک رقص میں گن گور، دھوسہ، گیدڑ۔ گھیر، بوری اور آدیباسیوں کے اجتماعی رقصوں نے دل پسند خصوصیات کی وجہ سے راجستھان کو رقص کے فن میں ممتاز بنایا۔

راجستھان میں علم موسیقی کے زبردست ماہرین بھی پیدا ہوئے اور اس کی تصنیفات میں اہم مقام حاصل کرنے والے بھی اسی سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے موسیقی کو درباری ماحول سے باہر بھی مقبولیت بخشی، ڈاگر کی دھرپدا اسٹائل کا تحفظ کرنے کا فخر بھی راجستھان کو ہی ہے۔

مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد گلوکاروں اور موسیقاروں کو جو سرپرستی راجستھان میں حاصل ہوئی دوسری جگہ نہ حاصل ہو سکی۔

لوک خیال، یا "تماشہ" کی گائیکی بھی شیکھاوٹی اور راجستھان میں مستقل برقرار رہی راجستھان کے بھگت شاعروں اور شاعرات نے اپنی شاعری میں راگ راگنیوں کو جگہ دی اور عوامی زندگی کے مطابق ادب کو سنوارا۔

راجستھان میں موسیقی، رقص اور مصوری کی آمیزش کے ساتھ بت تراشی، سنگ تراشی اور دستکاری کی مہارت کا بھی پتہ چلتا ہے یہ سبھی فنون راجستھان میں موجود ہیں مگر ان کی بھر پور ترقی ابھی نہیں ہو پائی ہے۔

مصوری کے شعبہ میں راجستھان سرفہرست رہا ہے۔ اور راجپوت فلم کی مصوری میں راگ راگنیوں، خوشی کی رسموں، عوامی زندگی اور بھگتی پریم کا عملی دھارا مسلسل جاری ہے۔

جے پور، بیکانیر، جودھپور اور بوندی اور کشن گڑھ اسٹائل کی مصوری دنیا کے بازاروں میں کشش رکھتی ہے اور شکھاوٹی کی مصوری اور سنگ تراشی کے فنون کو دیکھنے فرانس، جرمنی امریکا انگلینڈ، اٹلی، سوئٹزرلینڈ وغیرہ کے سیاح بھی آتے ہیں۔ جدید مصوری کی اسٹائل بھی راجستھان میں پروان چڑھیں اور یہاں کی عوامی مصوری مندروں اور حویلیوں کے اندر باہر ٹمپر ٹکنیک کی طرح ڈھالی گئیں۔

یہ پتھر کی فنکاری کا کمال ہے کہ راجستھان کے بڑولی، رن کپور ویل واڑہ، ایکلنگجی اور دیگر کئی مندروں کے فن بت تراشی کو دیکھ کر سیاح حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے اعلا درجہ کے فنون سبھی کو لبھاتے رہے۔ جیلمیر بیکانیر اور شکھاوٹی حویلیوں کی اپنی فنکاری اور باریکی سے کئے گئے کاموں کی وجہ سے دیکھنے والے دیکھتے ہی رہ گئے۔

چتوڑ، رن تھمبھور، مانڈل۔ جے سلمیر، جودھپور، وغیرہ میں پائے جانے والے قلعے دیکھنے کے قابل ہیں۔ راجستھانی دستکاری کے مرکز بھی انھیں کے جیسے ہیں جن کا کوئی جواب نہیں۔ یہاں جے پور میں سنگ مرمر

کی مورتیاں ہاتھی دانت اور چندن کے کھلونے، جواہرات کا کام، پنیل وغیرہ پر رنگ برنگی مینا کاری بیکانیر اور بے سلمیر کی اون کی لوٹیاں سروہی کی تلواریں اور قیرولی کی کٹاریں۔ راجستھان کی رنگائی اور چھپائی، الور کے سلیم شاہی جوتے یہاں کے قالین اور غالیچے، لکڑی کے کھلونے اور سانگانیری کاغذ وغیرہ نے راجستھان کی دستکاری نے پوری دنیا میں شہرت حاصل کی ہے۔ جودھپور کی چُندری کی بندھائی اور رنگائی اور بیکانیر کے غالیچوں کی مانگ ہر جگہ سے کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں یہ مقامات ہمیشہ یاد کئے جائیں گے۔

ہاتھی دانت، چندن اور لکڑی کی خوبصورت چیزیں جہاں غیر ملکی بازاروں میں پسند کی جاتی ہیں وہاں پیوند کاری پر مبنی "سٹھٹھیا آرٹ" بھی نہایت پرکشش ہے۔

راجستھان کی ثقافت میں یہاں کی قدیم روایتوں، رسم ورواج اور طرز زندگی کے دیگر شعبوں کا اہم حصہ تو ہے ہی مگر اس نے دیگر ثقافتوں کو بھی متاثر کیا ہے۔

میلوں اور تیج گن گور کی سواریوں کے وقت دیہی گیتوں اور ان کے میٹھے بول نے بھی ثقافت کے پہلوؤں کو اجاگر کیا جس سے ثقافت کے تیئں بیداری پیدا ہوتی رہی۔ یہاں کے پہناوے اور نمائش نے بھی ثقافت کا بھرم باقی رکھنے کے لئے یہاں کے باشندوں کی حوصلہ افزائی کی ہے۔